

# وفات مادرگرامی شجاعت و وفا، حضرت ام البنین (س)

<"xml encoding="UTF-8?>



## وفات مادرگرامی شجاعت و وفا، حضرت ام البنین (س)

فاطمه کلابیہ کا نام اور ان کا شجرہ نسب :

ان کا نام فاطمه اور کنیت ام البنین (بیٹیوں کی مان) تھی۔ ان کے مان باپ بنی کلب خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جو پیغمبر اسلام (ص) کے اجداد تھے۔ ان کے باپ حزام اور مان ثمامہ یا لیلی ہیں۔ ان کے شوبراں بن ابیطالب (ع) اور ان کی اولاد عباس ، عبد اللہ، جعفر اور عثمان ہیں کہ چاروں بیٹے سر زمین کربلا میں امام حسین (ع) کی رکاب میں شہید ہوئے۔ حضرت ام البنین (ع) کی آرام گاہ، مدینہ منورہ میں قبرستان بقیع میں ہے۔

فاطمه ایک پاک دامن اور باتقوی لڑکی تھیں۔ ان کے اخلاقی فضائل، انسانی کمالات، ایمانی طاقت ، ثابت قدمنی، صبر و برد باری، بصیرت و دانائی اور قدرت بیان نے انھیں خواتین کی سردار بنا دیا تھا۔

حزام بن خالد بن ربیعہ بن وحید بن کعب بن عامر بن کلب، ام البنین (ع) کے والد ہیں، وہ ایک شجاع بہادر اور راست گو شخص تھے اور ان کی مخصوص صفتیں میں شجاعت تھی۔ وہ عربوں میں شرافت کا مجسمہ سمجھے جاتے تھے اور عفو و بخشش، مهمان نوازی، دلاوری، شرافت، جوانمردی اور قوی استدلال میں مشہور تھے۔ ام البنین کی مان، ثمامہ (لیلی) بنت سہیل بن عامر بن کلب (رسول خدا اور امام علی کے اجداد) تھیں۔ وہ اپنی اولاد کو تربیت دینے میں کافی کوشش کرتی تھیں اور تاریخ میں ان کا چہرہ درخشان ہے۔ اس خاتون کی خصوصیت میں گھری سوچ ، اہل بیت (ع) سے دوستی، مان کا فریضہ ادا کرنے کے ضمن میں اولاد کو ایک بمدرد معلم کی حیثیت سے اعتقادی امور اور بمسرداری کے مسائل اور دوسروں سے معاشرت کے آداب سکھانا قابل ذکر ہے۔

بہت سی تاریخ کی کتابوں میں ان کے خاندان کی گیارہ ماؤں کا ذکر کیا گیا ہے، جو سب کی سب شریف اور اصلی عرب خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور وہ حقیقت میں شجرہ طیبہ کی مصدقہ تھیں، جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس پاک درخت کا پہلی بیشک عباس بن علی اور عثمان بن علی وغیرہ تھے۔

اس خاتون کا خاندان ایک بنیادی اور جلیل القدر خاندان تھا جس کے افراد بہادری اور دستگیری میں مشہور تھے اور ان میں سے ہر ایک عظمت اور شرافت میں مشہور تھا اور ہم یہاں پر خلاصہ کے طور پر ان کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

ام البنین کے شجرہ نسب کی شرافت کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں: "تاریخ نے ام البنین کے آباء و اجداد اور ماموں کو ایسے متعارف کرایا ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربوں میں ایک شجاع اور شہسوار تھے اور ان کی شرافت اور عظمت اس حد تک تھی کہ وقت کے بادشاہ بھی اس کا اعتراف کرتے تھے۔" حضرت ابو الفضل العباس (ع) کی والدہ گرامی کے شجرہ نسب کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں بہت سے مطالب بیان

کئے گئے ہیں۔ شاید ایک جملے سے "ام البنین" کے خاندان کی عکاسی کی جا سکتی ہے اور وہ جملہ یہ ہے کہ: ام البنین کے مان باپ کا خاندان شجاعت، کرامت، اخلاق، سماجی حیثیت اور عظمت کے لحاظ سے قریش کے بعد عربوں کے مختلف قبیلوں میں ممتاز خاندان تھا۔

حضرت ام البنین حضرت علی (ع) کی باوفا زوجہ ہیں۔ آپ قبیلہ بنی کلاب سے تھیں، جو عرب کا مشہور بہادر و شجاع قبیلہ تھا۔

آپ کی شادی:

جناب فاطمہ زبرا (س) کی شہادت کے بعد، آپ کی شادی حضرت علی (ع) سے ہوئی۔ آپ نے حضرت امام حسن و امام حسین جناب زینب جناب ام کلثوم (ع) کی بالکل ایک مان کی طرح خدمت کی۔

آپ کی اولاد:

الله نے آپ کو چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی، بیٹوں کے نام: حضرت ابو الفضل العباس، عبد اللہ، جعفر، عثمان، اور بیٹی جناب رقیہ تھیں۔ جناب رقیہ کی شادی حضرت مسلم بن عقیل ہوئی۔

آپ کا ایثار اور قربانی:

آپ نے اپنے تمام بچوں کو حضرت امام حسین (ع) کے ہمراہ کربلا کے سفر پر روانہ کیا تھا، اور روز عاشورہ آپ کے چاروں فرزند اسلام کی راہ میں قربان ہو گئے۔ آپ کے داماد حضرت مسلم بن عقیل حضرت امام حسین (ع) کے سفیر بن کر کوفہ آئے اور اپنے دونوں بچوں سمیت کوفہ میں شہید کر دئیے گئے۔

حضرت ام البنین اہل حرم کی نظر میں:

کربلا کے واقعے، اور اہل حرم کی قید سے واپسی کے بعد، مدینہ میں جب پہلی عید آئی ہے، تو اہل حرم اپنے وارثوں کی یاد میں بے چین تھے، اور تمام بیبیان جناب زینب س کی قیادت میں اپنے خاندان کی بزرگ شخصیت جناب ام البنین (ع) سے ملاقات کرنے گئیں، اور آپ نے سب کو خصوصاً جناب زینب کو گلے سے لگا کر تسلی دی

حضرت ام البنین عزیزوں کے سوگ میں:

اپنے عزیزوں کی المناک شہادت کے بعد آپ جنت البقیع چلی جایا کرتی تھیں اور اس طرح گریہ کرتی تھیں کہ دوست و دشمن روئے تھے، چنانچہ مروان جو اہل بیت ع کا سخت ترین دشمن تھا، آپ کا مرثیہ سن کر بے اختیار آنسو بہانے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا۔ اپنے عزیزوں کی عزا میں آپ کا مرثیہ تاریخ میں محفوظ ہے۔

مقاتل الطالبین ص 56 و بحار الانوار ج 45 ص 40

بیٹوں کی مان:

آپ کو ام البنین یعنی 'بیٹوں کی مان' کہہ کر پکارا کرتے تھے، لیکن کربلا کے بعد آپ نے فرمایا: 'مجھے ام البنین کہہ کر نہ پکارا کرو کیونکہ اس طرح پکارنا مجھے میرے شیر جیسے بچوں کی یاد دلاتا ہے'۔

حضرت ام البنین عرب خواتین کی نظر میں:

آج بھی عرب خواتین کربلا میں جب حضرت عباس علمدار (ع) کی زیارت کے لیے آپ کے حرم میں آتی ہیں، تو اس طرح حضرت سے حاجت طلب کرتی ہیں "بحقِ امک یا ابا الفضل یا باب الحوائج" ، آپکی وفات:

آپ کی وفات 13 جمادی الثانیہ کو ہوئی اور آپکو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔  
جناب ام البنین (س) کا بڑا احسان ہے قیام حق پر۔ چار بیٹے عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان تھے۔

الاحتجاج ، ج 1 ، ص 61 ، احتجاج النبي ص يوم الغدير على الخلق -

كشف الغمة ج 1 ص 94

اور ایک بوتا تھا ، پانچ قربانیاں ایک گھر سے - مروان بن حکم کہتا ہے کہ: واقعہ کربلا کے بعد میں جنت البقیع کے راستے پر گزر رہا تھا کہ دور سے کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی - میں نے گھوڑے کا رخ ادھر پھیر دیا - میں نے دیکھا کہ ایک بی بی خاک پر بیٹھی بین کر رہی ہے - میں نے غور سے سننے کی کوشش کی تو بین کے الفاظ یہ تھے۔ عباس! اگر تیرہ ہاتھ نہ کاٹے جاتے تو میرا حسین (ع) نہ شہید ہوتا۔

یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے چاروں بیٹوں کو حسین (ع) کے ساتھ کربلا بھیجا اور اپنے بوڑھے ہونے کے باوجود کسی ایک بیٹے کو بھی اپنے پاس مدینے میں نہیں رکھا۔ اپنے ان چاروں بیٹوں کی مصیبت کو فرزند زبرا (س) کی شہادت کے مقابلے میں آسان سمجھتی تھیں۔

فلماً نعى إليها الاربعة ، قالت : قد قطعت نيات قلبي . اولادي و من تحت الخضراء كلهم فداء لابي عبد الله الحسين (ع) . اخبرنى عن الحسين (ع).

جب انہیں اپنے ایک بیٹے کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو فرمایا: اس خبر سے کیا مراد ہے؟ مجھے ابا عبد اللہ (ع) کے بارے میں آگاہ کریں۔ جب بشیر نے اسے اپنے چار بیٹوں کی شہادت کی خبر دے دی تو کہا : میرا دل پھٹ گیا ، میرے تمام بیٹے اور جو کچھ آسمان کے نیچے موجود ہے، سب ابا عبد الله الحسین (ع) پر قربان ہوں، مجھے ابا عبد الله الحسین (ع) کے بارے میں بتائیں۔

خاتون دو سرا، مرحوم فیض الاسلام ، ص 89

حضرت ام البنین کے چاروں بیٹے کربلا کے خونین واقعہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اس مصیبت پر صبر و شکریائی سے کام لیا۔ حدثانہ عاشورا سے آگاہ ہونے کے بعد وہ اپنے بیٹے عباس کے فرزند عبید اللہ کو اپنے ساتھ قبرستان بقیع میں لے جایا کرتی تھیں اور اپنے بیٹوں کے غم میں درد ناک اشعار پڑھا کرتی تھیں۔ مدینہ کے لوگ بھی اس عظیم خاتون کے درد بھرے بین سننے کے لیے وہاں اکٹھے ہو جایا کرتے تھے اور گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔

ام البنین (س) اور ایک نورانی تولد:

حزّام بن خالد، "بنی کلاب" کے بعض افراد کے ہمراہ سفر پر گئے تھے۔ جب وہ سفر سے واپس لوٹے، تو ان کی باوفا شریک حیات، تمامہ بنت سہیل، جو حاملہ تھیں، نے وضع حمل کیا تھا اور موتی جیسی درخشان ایک بیٹی کو جنم دیا تھا۔ حزّام نے اپنی بیٹی کی پیدائش کے بارے میں باخبر ہونے کے بعد اس کا نام "فاطمہ" رکھا اور عربوں کی رسم کے مطابق اس کے لیے ایک کنیت کا بھی انتخاب کیا اور یہ کنیت "ام البنین" تھی۔

فاطمہ، یعنی فضیلتوں کی مان نے دوسرے بچوں کے مانند بچپن کا دور گزارا اور ایک مہربان اور پاک دامن مان اور شجاع باپ کے دامن میں پروردگاری کی، جو بہت سے اخلاقی اوصاف کے مالک تھے۔

فاطمہ کی مان کے بارے میں مورخین یوں لکھتے ہیں کہ:

"تمامہ، ام البنین کی مان، ایک ادیب، مکمل اور عاقل خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو عربوں کے آداب سکھائے اور ایک لڑکی کی ضرورت کے مطابق اسے زندگی میں خانہ داری، شوہر کے حقوق جیسے امور کی تربیت دی۔"

ام البنین (س) کی پیدائش کی تاریخ:

حضرت ام البنین کی تاریخ پیدائش کے بارے میں کوئی صحیح اطلاع دستیاب نہیں ہے اور تاریخ نویسون نے ان کی پیدائش کی تاریخ کو درج نہیں کیا ہے، لیکن اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ان کے بڑھ بیٹے، حضرت ابو الفضل ع کی پیدائش سال 26 ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ بعض مورخین نے ان کی پیدائش کے بارے میں بجرت کے تقریباً 5 سال بعد (کوفہ کے آس پاس) کا اندازہ لگایا ہے۔

ام البنین کے خاندان کی نمایاں خصوصیات:

حضرت ام البنین کے خاندان میں کئی اہم خصوصیات پائی جاتی ہیں، جو سب کی سب حضرت عباس (ع) کی صورت میں واضح اور روشن ہوئی ہیں:

الف) شجاعت اور دلاوری، جس کا انہوں نے کربلا میں خوبصورت ترین انداز میں مظاہرہ کیا۔

ب) ادب، سنجیدگی، خود اعتمادی اور ضبط نفس کا ان کی 34 سالہ زندگی میں واضح مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

ج) ہنر اور ادبیات کو ام البنین نے اپنے ادیب اور شاعر مامون "لبید" سے وراثت میں پایا تھا اور حضرت ابو الفضل العباس نے اپنی ادبیہ مان سے۔

د) ایثار و قربانی اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا، ان کے عشق امامت و ولایت میں ظاہر ہوا۔

ه) وفاداری اور عہد و پیمان کی پابندی۔

حضرت علی (ع) کا شادی کرنے کا فیصلہ:

عقلیل، علم انساب میں بہت آشنائی رکھتے تھے اور ان کی بات اس سلسلہ میں حجت مانی جاتی تھی۔ ان کے لیے مسجد النبی (ص) میں ایک چٹائی بچھائی جاتی تھی جس پر وہ نماز ادا کرتے تھے اور اس کے بعد عرب قبائل علم انساب کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے کے لیے ان کے گرد جمع ہوتے تھے۔ وہ ایک حاضر جواب شخص تھے۔ اسی لیے حضرت علی بن ابیطالب (ع) نے جب حضرت کی شہادت کے بعد، انکی وصیت کے مطابق شادی کا ارادہ کیا تو اپنے ماہر انساب بھائی سے مخاطب ہو کر فرمایا: میرے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کریں کہ، جو شجاع اور دلیر مرد عربوں کی نسل سے ہو تا کہ میں اس کے ساتھ شادی کروں اور وہ میرے لیے ایک بہادر اور شہسوار بیٹے کو جنم دے۔

حضرت عقیل بن ابیطالب نے، بنی کلب کے خاندان سے ام البنین کا انتخاب کیا، جو شجاعت میں بے مثال خاندان تھا، اور اپنے بھائی کے جواب میں کہا: "آپ ام البنین کلابیہ سے شادی کریں، کیونکہ ان کے آباء و اجداد سے شجاع تر عربوں میں کوئی نہیں ہے۔" حضرت عقیل نے بنی کلب خاندان کی دوسری خصوصیات بھی بیان کیں اور امام (ع) نے اس انتخاب کو پسند فرمایا اور عقیل کو رشتہ لینے کے لیے ام البنین (ع) کے باپ کے پاس بھیجا۔

دلاور عرب خاندان سے ایک خاتون:

حضرت علی (ع) نے فاطمہ کلابیہ کی تائید کرنے اور انہیں پسند کرنے کے بعد اپنے بھائی عقیل کو رشتہ لینے کے لیے فاطمہ کے باپ کے پاس بھیجا۔

حرّام، چونکہ ایک مہمان نواز شخص تھے، اس لیے انہوں نے حضرت عقیل کی مکمل طور پر خاطر مدارات کی اور دل کھول کر ان کا خیر مقدم کیا اور ان کے لیے قربانی کی۔ عربوں کی رسم یہ تھی کہ مہمان کی تین دن تک مہمان نوازی کرتے تھے اور تیسرا دن ان کی حاجت کے بارے میں سوال کرتے تھے اور ان کی تشریف آوری کی وجہ کے بارے میں پوچھتے تھے۔ چونکہ ام البنین کا خاندان مدینہ سے باہر زندگی گزارتا تھا، اس لیے انہوں نے

بھی اسی رسم و رواج پر عمل کیا۔ چوتھے دن حضرت عقیل کی تشریف آوری کی وجہ کے بارے میں سوال کیا اور حضرت عقیل نے جواب میں کہا : میں دینی پیشو اور عظم اوصیاء، امیر المؤمنین علی بن ابیطالب کی طرف سے آپ کی بیٹی فاطمہ کے رشتے کی بات کرنے کے لیے آیا ہوں۔ حرام ، چونکہ اس قسم کی تجویز کے بارے میں تصور نہیں کرتے تھے، اس لیے متحیر ہو گئے، اور اس کے بعد پوری صداقت سے کہا: کس شریف نسل اور عظمت والی خاندان سے ! لیکن اے عقیل! امیر المؤمنین کے لیے ایک صحراء نشین عورت شائستہ نہیں ہے، جو صحراء نشینوں کی ابتدائی تہذیب و تمدن میں پلی ہو۔ انھیں ایک بلند مرتبہ تمدن والی عورت سے شادی کرنا چاہیے اور ان دو تمدنوں کے درمیان فرق ہے۔ عقیل نے ان کے کلام کو سننے کے بعد کہا: "جو کچھ آپ کہتے ہیں، اس سے امیر المؤمنین باخبر ہیں اور ان اوصاف کے باوجود وہ ان سے رشتہ ازدواج قائم کرنا چاہتے ہیں۔" اس کے بعد ام البنین کے والد نہیں جانتے تھے کہ کیا کہیں، اس لیے حضرت عقیل سے مهلت چاہی تا کہ بیٹی کی مان تمامہ بنت سہیل اور خود بیٹی سے پوچھ لیں اور جناب عقیل سے مخاطب ہو کر کہا: "عورتیں اپنی بیٹیوں کے جذبات اور حالات سے زیادہ واقف ہوتی ہیں اور ان کی مصلحتوں کے بارے میں زیادہ جانتی ہیں۔"

ام البنین کے باپ جب اپنی بیوی اور بیٹی کے پاس گئے، تو دیکھا کہ ان کی بیوی، ام البنین کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں۔ حرام بن خالد کمرے میں داخل ہوئے اور ان سے علی (ع) کو قبول کرنے کے بارے میں سوال کیا اور کہا: "کیا تم ہماری بیٹی کو امیر المؤمنین (ع) کی شریک حیات بننے کے لائق جانتی ہو ؟ جان لو کہ ان کا گھر مرکز وحی و نبوت ہے اور علم و حکمت اور آداب کا گھر ہے اگر تم اپنی بیٹی کو اس گھر کی خادمہ بننے کے لائق جانتی ہو تو ہم اس رشتہ کو قبول کر لیں گے اور اگر اس کے لائق نہیں جانتی ہو تو انکار کر دیں گے۔"

ان کی بیوی نے جواب میں کہا: "اے حرام! خدا کی قسم میں نے اس کی بہتر صورت میں تربیت کی ہے اور خداوند سے دعا کی ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں سعادتمند ہو جائے اور میرے مولا امیر المؤمنین (ع) کی خدمت کے لائق اور صالح ہو، پس آپ اسے میرے مولا امیر المؤمنین علی بن ابیطالب کے نکاح میں قرار دے دیجئے۔"

عقیل نے ام البنین کی اجازت سے ان دو بزرگ شخصیتوں کے درمیان نکاح پڑھا۔ ان کا مهر، سنت رسول اللہ (ص) کے مطابق قرار دیا جو آپ (ص) نے اپنی بیٹیوں اور ہمسروں کے لیے معین کیا تھا اور وہ پانچ سو دریم تھے، جبکہ ام البنین کے باپ کہتے تھے:

" وہ ایک تحفہ ہے، ہماری طرف سے، رسول خدا (ص) کے چچا زاد بھائی کی خدمت میں اور مال و دولت کی ہمیں کوئی لالج نہیں ہے۔"

حضرت علی (ع) سے ام البنین کے ازدواج کی تاریخ:

علی (ع) نے حضرت زیراء (س) کی رحلت کے بعد ام البنین سے شادی کی ہے۔ امیر المؤمنین کی ام البنین سے شادی کی صحیح اور حتمی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ لیکن مورخین نے حضرت ابو الفضل العباس کی عمر میں اختلاف نظر کے پیش نظر کہ شہادت کے وقت وہ 32 یا 39 سال کے تھے، ان کی تاریخ پیدائش سال 24 ہجری یا سال 26 ہجری بتائی ہے۔ اس لیے ان کا اعتقاد ہے کہ ام البنین کی شادی، تحقیق کے مطابق سال 23 ہجری سے پہلے واقع ہوئی ہے، لیکن بعض مورخین نے کئی دوسری تاریخیں بھی ذکر کی ہیں۔

ام البنین کا علی (ع) کے گھر میں داخل ہونا:

فاتحہ کلابیہ، شرافت، نجابت، پاک دامنی اور اخلاص کا مجسمہ تھیں۔ علی (ع) کے گھر میں قدم رکھنے کے وقت کہا: " جب تک فاطمہ زیراء(س) کی بڑی بیٹی مجھے اس مقدس گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں تو ،

میں اس وقت تک اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی۔"

یہ خاندان رسالت کے لیے ان کا انتہائی ادب و احترام کا مظاہرہ تھا۔ جس دن حضرت ام البنین نے علی (ع) کے گھر میں پہلی بار قدم رکھا، امام حسن اور امام حسین (ع) بیمار تھے تو ابو طالب کی بہو گھر میں داخل ہوتے ہی عالم ہستی کے ان دو عزیزوں اور ابل بہشت کے جوانوں کے سرداروں کے پاس پہنچیں۔ اور ایک بمدرد مان کے مانند ان کی تیمارداری کرنے لگیں اور مسلسل یہ کہتی تھیں کہ: "میں فاطمہ زیراء (س) کی اولاد کی کنیز ہوں۔"

حضرت زیراء (س) کی اولاد سے ام البنین کی بے لوث محبت:

ام البنین حتی الامکان یہ کوشش کر رہی تھیں کہ حضرت زیراء (س) کے بچوں کے لیے ان کی مان کی شہادت سے پیدا ہونے والا خلاء پر کر سکیں، کیونکہ ان کی مان جوانی میں ان سے جدا ہوئی تھیں اور وہ اپنی مہربان مان کی بے لوث محبت سے محروم ہو چکے تھے۔

فاطمہ زیراء (س) کے بچے اس پارسا خاتون کے وجود میں اپنی مان کو پا ریتے تھے اور اپنی مان کے نہ ہونے کے رنج و الم کا کم تر احساس کر رہے تھے۔

جناب ام البنین، رسول خدا (ص) کی بیٹی کے بچوں کو اپنی اولاد پر مقدم قرار دیتی تھیں اور اپنی محبت کا زیادہ تر اظہار ان کے لیے کیا کرتی تھیں اور اسے اپنے لیے فریضہ جانتی تھیں، کیونکہ خداوند متعال نے قرآن مجید میں سب لوگوں کو ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

فاطمہ کلابیہ سے ام البنین تک:

فاطمہ کلابیہ نے، حضرت علی (ع) کے ساتھ ایک مختصر مدت کی مشترکہ زندگی کے بعد امیر المؤمنین کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی کہ انھیں "فاطمہ" کے بجائے "ام البنین" خطاب کریں تا کہ "فاطمہ" (س) اور "کنیز فاطمہ" کے درمیان فرق مشخص ہو جائے اور یہ فرق محفوظ رہے۔

حضرت علی (ع) کے ساتھ ام البنین کے ازدواج کا ثمر:

حضرت علی (ع) سے شادی کے نتیجہ میں حضرت ام البنین نے چار شجاع اور بہادر بیٹوں کو جنم دیا، جن کے نام عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان تھے اور ان ہی بیٹوں کی وجہ سے انھیں ام البنین، یعنی بیٹوں کی مان، کہا جاتا تھا۔ حضرت ام البنین کے یہ چاروں بیٹے کربلا میں شہید ہوئے اور صرف حضرت عباس کی نسل ان کے بیٹے عبید اللہ سے جاری رہی۔

شجاع بیٹے کی پیدائش:

حضرت ام البنین کے پہلے بیٹے حضرت ابو الفضل العباس تھے۔ بعض محققین کا اعتقاد ہے کہ حضرت ابو الفضل العباس (ع) 4 شعبان سال 26 ہجری میں پیدا ہوئے ہیں۔ جب حضرت عباس کی ولادت کی خوش خبری امیر المؤمنین حضرت علی (ع) کو دی گئی، وہ فوراً اپنے گھر گئے اور بیٹے کو آغوش میں لے لیا، اس کے بوسے لیے اور اسلامی سنت اور رسم کے مطابق پیدائش کے ساتویں دن ایک بھیڑ کو عقیقہ کے عنوان سے ذبح کیا اور اس کے گوشت کو فقراء کے درمیان صدقہ کے طور پر تقسیم کیا۔ امام علی (ع) نے اس کا نام عباس ( خشمگین: کچھار کا شیر ) رکھا، کیونکہ وہ باطل اور گمراہیوں کے مقابلے میں خشمگین اور جری تھے اور نیکیوں کے مقابلے میں بہت متواضع تھے۔

امام حسین (ع) کے بارے میں حضرت عباس کو ام البنین کی فرمائش:

جب امام حسین ع نے مدینہ کو چھوڑ کر حج اور اس کے بعد عراق بھرت کرنے کا فیصلہ کیا، ام البنین، امام حسین (ع) کے بمراہ جانے والوں کو یہ نصیحت کرتی تھیں: "میرے نور چشم امام حسین (ع) کی فرمابداری کرنا،"

حضرت عباس(ع) کے بارے میں امام صادق(ع) کا ارشاد:

امام صادق (ع) نے فرمایا:

"رحم اللہ عمنی العباس لقد اثر و ابلی بلاء حسنا۔۔۔"

خدا ہمارے عباس پر رحمت کرے، کتنا بہتر امتحان دیا، جان نثاری کی اور شدید ترین امتحانات پاس کئے۔ ہمارے چچا عباس کے لیے خدا کے پاس ایک ایسا مقام ہے کہ تمام شہداء اس پر رشک کرتے ہیں۔"

شب عاشورا:

شب عاشور عباس، ابا عبد اللہ الحسین (ع) کے پاس بیٹھے ہیں۔ اسی دوران دشمنوں کا ایک سردار آتا ہے اور فریاد بلند کرتا ہے: "عباس بن علی اور ان کے بھائیوں سے کہہ دو کہ ہمارے پاس آجائیں۔ عباس اس آواز کو سنتے ہیں لیکن سننے کے باوجود ان سنی کرتے ہیں، اس کی طرف کوئی اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ امام حسین (ع) کے سامنے اس طرح با ادب بیٹھے ہیں کہ امام نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اس کو جواب دو، اگرچہ وہ فاسق ہے۔" حضرت عباس آگے بڑھ کر دیکھتے ہیں کہ شمر ذی الجوشن ہے۔ شمر، حضرت ابو الفضل العباس کے ساتھ ان کی مان کی طرف سے ایک دور دراز رشتہ کے پیش نظر کہ دونوں ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، کوفہ سے آتے وقت حضرت ابو الفضل العباس اور ان کے بھائیوں کے لیے اپنے خیال خام میں امان نامہ لے کر آیا تھا اور اسے اپنے خیال میں ان کے حق میں ایک خدمت جانتا تھا۔

جب شمر نے اپنی بات ختم کی، حضرت عباس(ع) غیض و غصب میں اس کی طرف رخ کر کے بولے: "خدا تمھیں اور اس آمان نامہ کو تیرے ہاتھ میں دینے والے پر لعنت کرے، تم نے مجھے کیا سمجھا ہے؟ میرے بارے میں کیا خیال کیا ہے؟ کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ میں ایک ایسا انسان ہوں جو اپنی جان بچانے کے لیے، اپنے امام اور بھائی امام حسین (ع) کو تنہا چھوڑ کر تیرے پیچھے آئے گا؟ جس دامن میں ہم نے پرورش پائی ہے اور جس پستان سے ہم نے دودھ پیا ہے، اس نے ہمیں اس طرح تربیت نہیں دی ہے کہ ہم اپنے امام اور بھائی کے ساتھ بے وفائی کریں۔"

مورخین نے لکھا ہے: "واقعہ کربلا کے بعد، بشیر نے مدینہ میں ام البنین سے ملاقات کی تا کہ ان کے بیٹوں کی شہادت کی خبر انھیں سنائیں۔ وہ امام سجاد (ع) کی طرف سے بھیجے گئے تھے، ام البنین نے بشیر کو دیکھنے کے بعد فرمایا:

اے بشیر! امام حسین (ع) کے بارے میں کیا خبر لائے ہو؟ بشیر نے کہا: خدا آپ کو صبر دے آپ کے عباس قتل کیے گئے۔ ام البنین نے فرمایا: "مجھے حسین (ع) کی خبر بتا دو۔" بشیر نے ان کے باقی بیٹوں کی شہادت کی خبر کا اعلان کیا۔ لیکن ام البنین مسلسل امام حسین (ع) کے بارے میں پوچھتی رہیں اور صبر و شکیبائی سے بشیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"یا بشیر اخبرنی عن ابی عبد اللہ الحسین، اولادی و تحت الخضری کلهم فداء لابی عبد اللہ الحسین"

"اے بشیر! مجھے ابی عبد اللہ الحسین کی خبر بتا دو میرے بیٹے اور جو کچھ اس نیلے آسمان کے نیچے ہے، ابا عبد اللہ الحسین (ع) پر قربان ہو۔"

جب بشیر نے امام حسین (ع) کی شہادت کی خبر دی تو ام البنین نے ایک آہ! بھری آواز میں فرمایا: "قد قطعت نیاط قلبی" ، "اے بشیر! تو نے میرے دل کی رگ کو پارہ کیا۔" اور اس کے بعد نالہ و زاری کی۔

حضرت زینب کبری (س) مدینہ میں پہنچنے کے بعد، حضرت ام البنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے بیٹوں کی شہادت کے بارے میں تسلیت و تعزیت ادا کی۔

رسول خدا (ص) کی نواسی، امام حسین (ع) کی شریک تحریک اور قیام حسینی (ع) کے دھڑکتے دل، یعنی زینب کبری (س) کے، ام البنین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے بیٹوں کی شہادت پر کلمات تسلیت و تعزیت کہنے سے اپل بیت (ع) کی نظر میں ام البنین کے بلند مقام و منزلت کا مقام معلوم ہوتا ہے۔

حضرت زینب کبری (س) عیدوں وغیرہ کے مانند دوسرا مناسبتوں پر بھی احترام بجا لانے کے لیے ام البنین کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔

چار شہیدوں کی ماں:

ام البنین کے چار بیٹوں کے کربلا میں شہید ہونے سے، اس صبر و شکیبائی کی مجسمہ خاتون کو چار شہید بیٹوں کی ماں کا شرف اور افتخار ملا اس کے ساتھ ہی شہید شوہر کی بیوی ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔

انہوں نے مذکورہ جذبات کی روشنی میں کچھ اشعار کہے ہیں جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"اے وہ جس نے میرے کڑیل جوان بیٹے کو اپنے باپ کے مانند دشمنوں پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے دیکھا۔

علی ع کے بیٹے سب کے سب کچھار کے شیروں کے مانند شجاع اور بہادر ہیں۔ میں نے سنا کہ میرے عباس کے سر پر آپنی گزر سے وار کیا گیا، حالانکہ ان کے ساتھ کاٹ دئیے گئے تھے، اگر میرے بیٹے کے بدن میں ہاتھ ہوتے تو کون اس کے پاس آ کر جنگ کرنے کی جرات کرتا؟"

امام حسین (ع) سے ان کی اس قدر محبت ان کی معنویت میں کمال کی دلیل ہے کہ انہوں نے تمام مصائب کو ولایت کی راہ میں فراموش کیا اور صرف اپنے امام اور ربہ کی بات کرتی تھیں۔

ام البنین ، عاشورا کی یاد کی محافظ:

ام البنین کی اہم خصوصیات میں سے، زمانہ اور اس کے مسائل کی طرف ان کا توجہ کرنا ہے۔ انہوں نے کربلا کے واقعہ کے بعد، نوحہ خوانی اور مرثیہ سرائی سے استفادہ کیا تا کہ کربلا والوں کی مظلومیت کی آواز کو آتے والی نسلوں تک پہنچائیں۔ وہ حضرت عباس (ع) کے بیٹے عبید اللہ، جو اپنی ماں کے ساتھ کربلا میں تھے اور عاشورا کے واقعات کو بیان کرنے کی ایک زندہ سند تھے، کے ہمراہ بقیع میں جا کر نوحہ خوانی کرتی تھیں اور شور و غوغہ برپا کرتی تھیں۔ مدینہ کے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہوتے تھے اور ان کے ساتھ نالہ و زاری کرتے تھے۔

امام باقر (ع) فرماتے ہیں کہ: "وہ بقیع میں جاتی تھیں اور اس قدر دلسوز مرثیہ خوانی کرتی تھیں کہ مروان، اپنی سنگدلی کے باوجود گریہ کرتا تھا۔

وفا کے ساحل پر:

جذبات اور محبت کا ایک نتیجہ، اپنے عزیزوں کے لیے وفاداری کا احساس ہے، اور یہ احساس حضرت ام البنین کی زندگی میں مولائی متقيان کی شہادت کے بعد ان کے کلام میں مشہود تھا۔ ام البنین کی اپنے شوہر کے لیے وفاداری اس حد تک تھی کہ حضرت علی (ع) کی شہادت کے بعد، جوان ہونے کے باوجود اپنی عمر کے آخری لمحات تک اپنے شوہر کے احترام میں دوسرا شادی نہیں کی اور امام علی (ع) کے بعد، بیس سال سے زیادہ کی طولانی مدت تک زندہ رہیں۔ جب حضرت علی (ع) کی ایک بیوی "امامہ" کے بارے میں ایک مشہور عرب "مغیرہ بن نوفل" سے رشتے کی بات ہوئی اور اس سلسلہ می ام البنین سے صلاح و مشورہ کیا گیا تو، انہوں نے جواب میں فرمایا: "سزاوار نہیں ہے کہ علی (ع) کے بعد ہم کسی دوسرے مرد کے گھر میں جا کر اس کے ساتھ ازدواجی زندگی کا عہد و پیمان باندھیں۔"

ام البنین کے اس کلام نے صرف "امامہ" کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ اس نے لیلی، تمیمیہ اور اسماء بنت عمیس پر بھی اثر ڈالا اور حضرت علی (ع) کی ان چاروں بیویوں نے زندگی بھر، علی (ع) کے بعد کسی دوسرے مرد سے

شادی نہیں کی۔

ہنر کے آئینہ میں:

ام البنین کی دوسری بلند صفات میں سے ان کی فصاحت و بлагت کی صفت ہے جو ان کے خوبصورت اور لافانی اشعار میں ظاہر ہوئی ہے۔ ان کے لافانی اشعار، جن کی عربیون کے بڑے ادبیوں اور شاعروں نے تجلیل کی ہے، ان میں ان کے وہ دلسوز اشعار ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت ابو الفضل العباس کی شہادت کے بعد کہے ہیں۔

لادعنونی ویک ام البنین تذکرینی بليوٹ العرين

کانت بنون ل ادعی بهم واليوم اصبتُ ولا من بنين

اربعة مثل نسور الرّبِّي قد و اصلوا الموت بقطع الوتين

"مجھے ام البنین نہ کھو، مجھے اپنے دلاور شیر یاد آتے ہیں۔ میرے کئی بیٹے تھے، جن کی وجہ سے مجھے ام البنین کھا جاتا تھا، لیکن آج میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ میرے چار بیٹے شکاری بازوں کے مانند تھے، وہ سب شہید ہوئے۔"

مورخین لکھتے ہیں : "ام البنین اپنے بیٹوں، خاص کر امام حسین (ع) کے لیے ایسی دلسوز نوحہ خوانی کرتی تھیں اور آنسو بھاتی تھیں کہ، مروان بن حکم جیسے دشمنان اپل بیت (ع) بھی ان کے مرثیے کو سن کر گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔

حضرت عباس کے بارے میں ان کے دوسرے اشعار میں "عظمیم مجسمہ شجاعت" نامی اشعار ہیں کہ فرماتی ہیں:

يا من راي العباس كَّ على جماهير النقد

و وراه من ابناء حيدر كل ليث ذي لبد

نبثت انَّ ابني اصيـب بـراسـه مـقطـوع يـد

وـيلـى عـلـى شبـلى اـمـال بـراـسـه ضـربـ العـمـدـ

لوـكـانـ سـيـفـكـ فـيـ يـديـكـ لـماـ دـنـاـ مـنـهـ اـحـدـ

"اے وہ جس نے عباس کو دشمن پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حیدر کے بیٹے ان کے پیچھے تھے۔ کہتے ہیں کہ میرے بیٹے کے بازو کاٹے گئے اور ان کے سر پر آپنی عمود سے وار کیا گیا، اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو کوئی تیرے نزدیک آنے کی جرات نہ کرتا!"

ابصار العین، ص 26.

وہ اپنے ان اشعار سے کربلا کے واقعے کو زندہ کیا کرتی تھیں اور عزاداری کی صورت میں وقت کی حکومت پر اعتراض بھی کرتی تھیں اور ان کے گرد جمع ہونے والے لوگوں کو بنی امیہ کے مظالم سے آگاہ بھی کرتی تھیں۔

حضرت ام البنین کا علم اور معرفت:

ام البنین کی زندگی ہمیشہ با بصیرت اور علم و دانش کے نور سے منور تھی اور ان کی یہ بلند فضیلت تاریخ کی کتابوں میں جگہ جگہ پر ذکر کی گئی ہے، جس سے ہمیں اس عالمہ و فاضلہ خاتون کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ اپل بیت (ع) کے ساتھ ان کی محبت اور امامت کے بارے میں ان کی دینی بصیرت اس قدر تھی کہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"ام البنین کی عظمت و معرفت اور بصیرت کے بارے میں بس اتنا ہی کافی ہے کہ: "جب وہ امیر المؤمنین (ع)

کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور حسنین (ع) بیمار ہوتے تو وہ ہمدردی اور مہربانی کے ساتھ پیش آتی تھیں اور ان کے ساتھ ہم کلام ہوتی تھیں اور حد درجہ محبت سے ان کے ساتھ برتاو کرتی تھیں، جیسے ایک ہمدرد اور مہربان ماں پیش آتی ہے۔

ان کے اور ان کے عظمت والے بیٹے میں ان کا علم متجلی ہے۔ وہ ایک محدثہ ہیں اور انہوں نے اپنے بیٹوں کی علم و دانش سے تربیت کی ہے۔ اگرچہ ان کے بیٹے "باب علم نبی" کے فرزند تھے، لیکن اپنی ماں کے علم و دانش سے بھی بہرہ مند تھے، چنانچہ حضرت علی (ع) اپنے بیٹے حضرت عباس (ع) کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

"انّ ولدی العباس زقّ العلم زقا"

بیشک میرے بیٹے عباس نے بچپن میں ہی علم سیکھا ہے اور جس طرح کبوتر کا بچہ اپنی ماں سے پانی اور غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس نے مجھ سے معارف کی تربیت پائی ہے۔

حضرت ام البنین (ع) کی رحلت:

حضرت ام البنین، حضرت زینب کبری (س) کی رحلت کے بعد دارفانی کو الوداع کہہ گئی ہیں۔ تاریخ لکھنے والوں نے ان کی تاریخ وفات مختلف بتائی ہے، اس طرح کہ ان میں سے بعض نے ان کی تاریخ وفات کو سال 70 ہجری بیان کیا ہے اور بعض دوسرے مورخین نے ان کی تاریخ وفات کو 13 جمادی الثانی سال 64 ہجری بتایا ہے اور دوسرا نظریہ زیادہ مشہور ہے۔

ام البنین کی مہر و محبت سے چھلکتی زندگی آخری لمحات میں تھی، ام البنین کی زندگی کی آخری رات تھی۔ خادمہ فضہ نے اس مودب خاتون سے مخاطب ہو کر درخواست کی کہ ان آخری لمحات میں اسے ایک بہترین جملہ سکھائے۔ ام البنین نے ایک تبسم کی حالت میں فرمایا: "السلام عليك يا ابا عبد الله الحسين، اس کے فوراً بعد فضہ نے ام البنین کو احتضار کی حالت میں پایا اور دوڑ کے علی (ع) اور حسین (ع) کی اولاد کو بلایا۔

تهوڑی ہی دیر بعد امام! امام! کی آواز مدینہ میں گونج اٹھی۔

حضرت فاطمه زبراء (س) کے بیٹے اور نواسے ام البنین کو ماں کہہ کر پکارتے تھے اور یہ خاتون انھیں منع نہیں کرتی تھیں، شاید اب اس میں یہ کہنے کی طاقت باقی نہ رہی تھی کہ: "میں فاطمه (س) کی کنیز ہوں۔"

بہر حال ام البنین (ع) کو جنت البقیع میں، رسول خدا (ص) کی دو پھیپھیوں: صفیہ و عاتکہ کے پاس امام حسن (ع) اور فاطمه بنت اسد (س) کی قبور کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

بہادر شوہر کی بہادر زوجہ، بہادر بیٹے کی بہادر ماں "ام البنین"

تاریخ اسلام کی عظیم المرتبت خواتین میں سے ایک جلیل القدر خاتون حضرت ام البنین ہیں جو ہمیشہ حضرت امام حسین (ع) کے قاتلوں اور بنی امیہ کے حکمرانوں کی مذمت کیا کرتی تھیں۔ آپ ہمیشہ مجالس عزائی حسینی برپا کرتی تھیں تا کہ شہدائی کربلا کا مشن و مقصد ہمیشہ زندہ رہے۔ اہل بیت (ع) سے عشق و محبت رکھنے والی خواتین ان مجلسوں میں شرکت کرتی تھیں اور مظلوم کربلا پر ہونے والے مصائب و آلام کو یاد کر کے آنسو بھایا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمه کلابیہ جن کا مشہور و معروف لقب ام البنین تھا۔ حضرت علی (ع) کی شریک حیات اور باب الحوائج حضرت عباس (ع) کی مادر گرامی حضرت ام البنین بے حد مضطرب و بے چین تھیں کہ اتنے میں خیر ملی کہ بشیر حضرت امام سجاد (ع) کے حکم سے مدینہ میں آیا ہے تا کہ لوگوں کو کربلا کے دلسوز واقعے اور اسیران اہل بیت کی مدینہ واپسی سے آگاہ کرے، بشیر مدینے میں منادی سننا رہا تھا کہ اے اہل مدینہ، اہل بیت

طاہرین کا لٹا بوا قافلہ مدینہ واپس آگیا ہے جب یہ آواز حضرت ام البنین کے کانوں سے ٹکرائی تو عصا کے سپارٹ گھر سے باپر نکلیں اور بشیر سے سوال کیا اے بشیر میرے حسین کی کیا خبر ہے؟ بشیر نے کہا خدا آپ کو صبر عطا کرے آپ کا فرزند عباس شہید کر دیا گیا ام البنین نے دوبارہ سوال کیا اے بشیر میرے حسین کے بارے میں بتاؤ؟ بشیر نے آپ کے تمام فرزندوں کی شہادت کو ایک ایک کر کے بیان کیا لیکن حضرت ام البنین مسلسل امام حسین ع کے بارے میں سوال کر قربان ہوں، اس وقت بشیر نے امام حسین (ع) کی شہادت کچھ بھی آسمان کے نیچے ہے سب میرے حسین پر قربان ہوں، کہتی جا رہی تھیں اے بشیر میرے تمام فرزند اور جو کی خبر سنائی آپ اس دلخراش خبر کو سن کر لرز گئیں اور کہا : اے بشیر تو نے میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا آپ نے ایک چیخ ماری اور نالہ و شیون کرنے لگیں مورخین لکھتے ہیں کہ:

جناب ام البنین کی امام حسین (ع) سے بے پناہ عشق و محبت ان کے اعلیٰ ایمان اور آپ کی امامت پر کامل اعتقاد کی مستحکم دلیل ہے یہ کہ آپ نے اپنے چار بیٹوں کو اپنے پیشوں اور امام کے نام پر قربان کر دیا۔ حضرت ام البنین (س) تاریخ اسلام کی ان عظیم خواتین میں سے ہیں جن کے چار فرزندوں نے واقعہ کربلا میں اسلام پر اپنی جانیں نچھاوار کیں ام البنین یعنی بچوں کی ماں ، آپ کے چار شجاع و بہادر بیٹے عباس، جعفر، عبد اللہ اور عثمان تھے حضرت علی بن ابی طالب (ع) کے شجاع و بہادر بچے امام حسین (ع) کی نصرت و مدد کرتے ہوئے کربلا میں شہادت کے درجے پر فائز ہو گئے تھے۔

پیغمبر اسلام (ص) کی لاڈلی بیٹی ، حضرت علی (ع) کی شریک حیات حضرت فاطمہ زبرا (س) کی شہادت عظمی کو تقریباً 15 سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ حضرت علی (ع) نے اپنے بھائی عقیل کو جو خاندان عرب کے حسب و نسب سے بہت زیادہ واقف تھے اپنے پاس بلایا اور ان سے فرمایا کہ آپ ایک بہادر خاندان سے ایک ایسی خاتون تلاش کریں جس سے بہادر بچے پیدا ہوں۔

حضرت علی (ع) جانتے تھے کہ سن 61 بھری جیسے حساس اور پر آشوب زمانے میں اسلام کے دوام اور قانون و آئین محمدی کے احیاء کے لیے بہت زیادہ ایثار و قربانی کی ضرورت پیش آئے گی خصوصاً حضرت علی (ع) اس بات سے بھی باخبر تھے کہ ان کی شہادت کے دو عشروں بعد کربلا کا واقعہ رونما ہو گا لہذا ضرورت تھی کہ ایسے موقع کے لیے ایک ایسا بہادر و جانباز فرزند موجود ہو جو کربلا میں امام حسین کی نصرت و مدد کرے۔ اسی لیے جناب عقیل نے جناب ام البنین کی حضرت علی (ع) سے سفارش کی کیونکہ ان کا خاندان اور قبیلہ "بنی کلاب" عرب کے شجاع و بہادر کے نام سے مشہور تھا۔

جناب عقیل نے حضرت ام البنین کے گھرانے کے بارے میں بتایا کہ پورے عرب میں ان کے آباء و اجداد سے زیادہ بہادر کوئی نہ تھا علی (ع) نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور عقیل کو رشتہ لے کر جناب ام البنین کے والد کے پاس بھیجا ان کے والد اس مبارک رشتے سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور فوراً ہی اپنی بیٹی کے پاس گئے اور اس سلسلے میں ان کی مرضی معلوم کرنا چاہی، ام البنین نے اس رشتے کو سربلندی و افتخار سمجھ کر قبول کر لیا اور پھر اس طرح جناب ام البنین اور حضرت علی (ع) رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے حضرت ام البنین عقل و خرد، مستحکم ایمان اور بہترین صفات سے مزین تھیں اسی لیے علی (ع) ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور ان کی حرمت کا پاس و لحاظ رکھتے تھے۔

جناب ام البنین ایک بہادر و شجاع ، مستحکم و راسخ ایمان و ایثار اور فدا کاری کا بہترین پیکر اور بافضلیت خاتون تھیں آپ کی اولادیں بھی نہایت ہی شجاع و بہادر تھیں لیکن ان کے درمیان حضرت عباس (ع) ایک خاص

مقام و مرتبہ کے حامل تھے آپ تمام شہداء تاریخ کے درمیان ستاروں کی طرح چمکتے تھے حضرت ام البنین کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ جوانان اپل بہشت امام حسن و حسین اور علی و فاطمہ کی دو بیٹیوں زینب و ام کلثوم کی زندگی میں ماں کی کمی کو پورا کر دیں اور بچے اس کمی کا احساس نہ کر سکیں۔ حضرت علی (ع) کے تمام فرزند ایسی شفیق و مہربان ماں کے با برکت وجود کے بوئے ہوئے ماں کے غم کو بہت کم یاد کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت ام البنین پیغمبر اسلام کے بچوں کو جو صاحبان فضیلت و کرم تھے انہیں اپنے بچوں پر بہمیشہ مقدم رکھتی تھیں اور اپنے بچوں سے زیادہ ان سے محبت کرتی تھیں اور اس راہ میں ذرہ برابر بھی کوتاپ نہیں کرتی تھیں آپ رسول خدا (ص) کے بچوں کی حفاظت و محبت کو دینی فریضہ شمار کرتی تھیں۔ چونکہ خداوند عالم نے اپنی معجز نما کتاب قرآن مجید میں تمام لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان سے محبت کریں۔

روایت میں ہے کہ: جس دن حضرت ام البنین رخصت ہو کر حضرت علی (ع) کے بیت الشرف تشریف لائیں اس دن امام حسن و امام حسین (ع) بستر بیماری پر تھے حضرت علی (ع) کی شریک حیات نے جیسے ہی گھر میں قدم رکھا دونوں بچوں کے سرابنے پہنچ گئیں اور مہربان ماں کی طرح ان کی دلジョئی کرنے لگیں جیسا کہ تاریخ کی اہم کتابوں میں آیا ہے کہ:

حضرت ام البنین نے ازدواجی زندگی شروع ہونے کے فوراً بعد ہی حضرت علی (ع) سے درخواست کی کہ ہمیں ہمارے اصلی نام فاطمہ کے بجائے ام البنین کے نام سے پکاریں تا کہ دونوں شہزادوں حسن و حسین کو اس نام کی وجہ سے اپنی مادر گرامی فاطمہ زبرا کی یاد نہ آئے اور انہیں یاد کر کے ان کے دل میں اپنی ماں کا غم تازہ نہ ہو۔

آپ حضرت زبرا کے فرزندوں کو بہت زیادہ عزیز رکھتی تھیں اور خود کو ان کی خدمت کے لیے وقف کر迪ا تھا البتہ رسول خدا (ص) کے فرزندوں کے ساتھ ان کی بے لوث محبتیں اور ان کے بچوں کی ایثار و قربانی امام حسین (ع) کی راہ میں کارگر ثابت ہوئیں اور تاریخ میں آج بھی ان کے ایثار و قربانی کا ذکر موجود ہے۔ پیغمبر اسلام (ص) کے اپل بیت حضرت ام البنین کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور ہمیشہ ان کے ایثار و قربانی کا ذکر کرتے تھے۔ حضرت زینب (س) واقعہ کربلا کے بعد جب مدینہ پہنچیں تو حضرت ام البنین کی خدمت میں تشریف لائیں اور آپ کے چاروں فرزندوں کی المناک شہادت کی تعزیت پیش کی اور جب بھی آپ کو وقت ملتا آپ کی خدمت میں تشریف لاتی تھیں۔

حضرت ام البنین کی ایک خاص صفت یہ تھی کہ آپ زمانی کے حالات پر خاص نظر رکھتی تھیں۔ حضرت ام البنین بنی امیہ کے ظالم و ستمگر حاکموں کی جارحیت کی جنہوں نے امام حسین (ع) اور ان کے باوفا ساتھیوں کو شہید کیا تھا ہمیشہ مذمت کیا کرتی تھیں اور ہمیشہ مجالس عزا منعقد کیا کرتی تھیں تا کہ کربلا کے شہیدوں کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے اور ان مجلسوں میں خاندان عصمت و طہارت کی عورتیں شریک ہو کر کربلا کے شہیدوں پر آنسو بھاتی تھیں آپ اپنی تقریروں، مرثیوں اور اشعار کے ذریعے شہیدان کربلا کی مظلومیت کو کائنات کے ہر فرد تک پہنچانا چاہتی تھیں۔

حضرت علی (ع) کی شریک حیات جناب ام البنین کی عظمت و رفعت مسلمانوں کے درمیان مسلم تھی کیونکہ ہرایک کے ذبن و دماغ میں یہ بات موجود تھی کہ خدا کے نزدیک آپ کی بہت زیادہ عظمت و منزلت ہے آپ نے اپنے جگر گوشوں کو کمال اخلاص کے ساتھ خدا اور اسلام کی راہ میں قربان کیا تھا۔

بالآخر ایثار و قربانی اور کمال اخلاص و ایمان کی دولت سے سرشار عظیم خاتون ام البنین کا سال 70 ہجری میں انتقال ہو گیا، البتہ بعض مورخین نے آپ کی وفات کی تاریخ 13 جمادی الثانی سن 64 ہجری تحریر کیا ہے۔ آپ

کی قبر مبارک جنت البقیع میں حضرت امام حسن (ع) کی قبر کے پاس موجود ہے جو آج بھی نجدیوں و بابیوں کے ظلم کی داستان چیخ چیخ کر ان کے ظلم و بربیریت کا اعلان کر رہی ہے۔

جب بی بی ام البنین کا نام فاطمہ رکھا گیا تو اس وقت فاطمہ نام کی تین خواتین موجود تھیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد (والدہ حضرت علی)، فاطمہ بنت حمزہ یا فاطمہ بنت ربیعہ، اور حضرت فاطمہ زبرا س دختر رسول۔ علامہ فیروز آبادی نے اپنے قاموس نامی کتاب میں بیس ایسی خواتین صحابیہ کا ذکر کیا ہے جن کا نام فاطمہ تھا۔ اس لیے رسول اکرم فخر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ: "انا بن الفواطم"

میں فواطیم (فاطمہ کی جمع) کا بیٹا ہوں۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ نبی اکرم نے اکثر اپنے شجرہ پر فخر و مبارکات کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ اس طرح کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

"انا بن الذبیحین"

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (ایک ذبیح اللہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم اور دوسرے ذبیح اللہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب)

اسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

"انا بن العواتک و الفواطم"

میں عاتکاؤں (عاتکہ کی جمع) کا بیٹا ہوں میں فواطیم (فاطمہ کی جمع) کا بیتا ہوں۔

جناب ہاشم کی والدہ کا نام عاتکہ تھا، جناب وہب کی والدہ کا نام عاتکہ تھا، جناب عبد المناف کی والدہ کا نام عاتکہ تھا، اسی طرح رسول اکرم کی دادی (یعنی حضرت عبد اللہ و ابو طالب کی والدہ) کا نام فاطمہ تھا، جناب قصیٰ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا، جناب آمنہ کی والدہ کا نام تاریخ کی کتابوں میں فاطمہ لکھا گیا، جناب حمزہ کی بیٹی کا نام فاطمہ تھا، رسول اکرم نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا، حضرت علی کی والدہ کا نام فاطمہ تھا، امام حسن و حسین نے اپنی بیٹیوں کے نام فاطمہ رکھے تھے، اور بعد تک ہر امام نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا۔ ماؤں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے تمام عرب میں آپ کے شجرت سے اعلیٰ شجرہ کوئی نہیں ہے اسی لیے آپ نے فرمایا کہ:

"کل حسب و نسب ینقطع فی القيامه الا حسبی و نسبی"

ہر حسب و نسب قیامت میں منقطع ہو جائے گا سوائے میرے حسب و نسب کے۔

حسب و نسب کی یہ بلندی نہ کسی گھرانے نے پائی اور نہ خداوند نے کسی کو عطا کی ہے۔ صرف رسول اکرم کی نسبت اور نسب کا یہ احترام اور عظمت ہے۔

آپ کی کنیت ام البنین تھی آپ اپنی اس کنیت سے اسقدر مشہور ہوئیں کہ اکثر مورخین نے اسی کنیت کو اصل نام لکھا ہے،

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ عربوں میں ام البنین کی کنیت سے بہت سی عورتیں مشہور تھیں۔ اصل میں عربوں کے درمیان رواج تھا کہ جس عورت کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوتے تھے تو اس عورت کو ام البنین کی کنیت سے پکارتے تھے۔ ایام جاہلیت اور اسلام کے بعد بھی عربوں میں یہی رسم و رواج رہا۔

بعض عرب نیک شگونی کے طور پر بچی کو بچپنے سے بی ام البنین کی کنیت سے اس لیے پکارتے تھے کہ اس امید سے کہ کسی دن یہی بچی صاحب اولاد ہو گی۔ اسی طرح ام الخیر اور ام المکارمہ کی کنیت رکھتے تھے تا کہ خیر و برکت اور اچھے اخلاق کی مالک بنے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ مرد اور خواتین کے اصل نام سے ان کی کنیت

غالب آگئی جیسے ام ایمن، ام سلمہ، ام کلثوم، ابو الحسن وغیرہ آپ وحید بن کعب اور کلاب بن ربیعہ کے خاندان سے تھیں جو عرب میں ایک بہادر خاندان مانا جاتا تھا۔ اکثر سنی و شیعہ مؤرخین نے لکھا کہ ایک روز حضرت علی (ع) نے اپنے بھائی حضرت عقیل کو جو عرب کے علم الانساب میں سب سے مابر تھے بلا یا اور آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائی میرے لیے ایک ایسی زوجہ انتخاب کریں جس سے ایک بہادر اور جری فرزند پیدا ہو، حضرت عقیل نے جناب حزام جو کہ ایک انتہائی شجاع انسان تھے کی بیٹی حضرت ام البنین کا نام پیش کیا، اور کہا کہ تمام عرب میں کوئی شخص ان کے باپ اور دادا سے زیادہ شجاع اور دلیر نہیں ہے۔

الاصابہ ج 1 ص 375

حضرت بی بی فاطمہ ام البنین کی والدہ ماجدہ تمامہ خاتون بنت سہیل بن عامر تھیں۔ تمامہ خاتونوں کو صحابیات رسول اکرم ہوئے کا شرف حاصل ہے آپ کا شمار عرب کی صاحب دانش خواتین میں ہوتا تھا آپ ادبیہ اور بھی زیرک و دانا خاتون تھیں۔ حضرت جناب ام البنین کو آداب دین و شریعت آپ نے ہی تعلیم کئے تھے اور تربیت دی تھی اس کے علاوہ تمامہ خاتون نے اپنی بیٹی کو تمام اخلاق پسندیدہ اور آداب حمیدہ بھی تعلیم کئے۔ حضرت ام البنین کی نانی کے بھائی عامر بن طفیل تھے جو گھمسان کی لڑائیوں میں عرب کے بہادر شہسواروں میں نظر آتے تھے۔ آپ کا نام سن کر عرب و غیر عرب کانپنا شروع کر دیتے تھے۔ آپ اشجاع عرب کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ عالم تھا کہ جب بھی قیصر روم کے پاس کوئی عرب سے جاتا تو وہ پوچھا کرتا کہ تمہارا عامر سے کیا رشتہ ہے۔ اگر کوئی رشتہ نکل آتا تو اسے بے حد عزت و احترام حاصل ہوتا تھا۔

آپ ہی کے خاندان کے ایک شخص عامر بن مالک کو "نیزوں سے کھیلنے والا" کا لقب ملا ہوا تھا آپ کے والد محترم کا نام حزام تھا اور حزام کے معنی لغت میں "چوڑے سینے والا" ہے۔

مصباح اللغات ص 150

تاریخ کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ جناب بی بی فاطمہ ام البنین حسب و نسب اور طہارت و عفت اور خاندانی صفات کے لحاظ سے اپنوں کے درمیان منفرد حیثت رکھتیں تھیں۔

بی بی ام البنین کے کئی اور بھی القابات ہیں کہ جن میں مشہور القابات باب الحوائج، ام الشہداء اربعہ مشہور ہے۔ آپ کے بطن مبارک سے چار فرزند پیدا ہوئے اور یہ چاروں کربلا میں اپنے امام وقت، مظلوم کربلا، حضرت امام حسین (ع) کی نصرت کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

اعیان الشیعہ، آغا بزرگ تہرانی

حضرت عباس علمدار، جن کی روز ولادت 4 شعبان 22 ہجری ہے اور اس حساب سے آپ کی عمر روز عاشورہ 38 سال بنتی ہے، حضرت عبد اللہ واقعہ کربلا کے وقت ان کی عمر 30 سال تھی، حضرت عمران اور کربلا کے واقعے کے دوران ان کی عمر 28 سال تھی، حضرت جعفر اور ان کی عمر شہادت کے وقت 26 سال تھی۔

حضرت ام البنین (ع) کی زیارت کا ایک حصہ:

السلام عليك يا زوجة ولی الله ، السلام عليك يا زوجة امير المؤمنین، السلام عليك يا ام البنین ، السلام عليك يا ام العباس ابن امير المؤمنین على بن ابی طالب عليه السلام ، رضی اللہ تعالیٰ عنک و جعل منزلک و ماواکِ الجنہ و رحمته اللہ و برکاته، لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاهرین.....  
التماس دعا.....